پیر بابا سید علی غواص ترمذی

سیف الحنان پشاوری

مغربی پاکستان کے سابق صوبہ سرحد میں جن حضرات نے غیر معمولی ہمدگی اور شہرت حاصل کی ان میں حضرت پیر بابا اور ان کے شاگرد خاص حضرت اخوند درویزہ باباؒ کے اسمائے گرامی سرفہرست ہیں۔

پیدائش

پیر بابا کی ۹۰۸ھ میں قندز چاردرہ خواجہ غلطان کے مقام پر ولادت ہوئی یہ مقام موجودہ افغانستان کے سمت شمالی کی ولایات مزارا اور میمنہ کے شمال مشرق میں واقع ہے۔ پیر باباؒ کا محل پیدائش خواجہ غلطان نامی قصبہ ہے جو کہ چاردرہ حلقہ کے علاقہ قندز میں واقع ہے یہ سارا علاقہ تاریخ کی پچھلی کتابوں میں ترمذ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ جس کی نسبت موصوف ترمذی کہلاتے ہیں۔

سلسلۂ نسب

حضرت اخوند درویزہ باباؒ کی کتاب تذکرۃ الابرار والاشرار کے حوالے سے پیر بابا کا سلسلۂ النسب یہ ہے۔ سید علی بن قنبر علی بن سید احمد نور بن سید یوسف نور بن سید محمد نور بخش ترمذی بن سید احمد بیغم بن سید براق بن سید احمد شاق بن سید شاہ ابوتراب بن سید حامد بن سید محمود بن سید اسحاق بن سید عثمان بن سید جعفر بن سید عمر بن سید محمد بن سید حاتم بن شاہ ناصر خسرو بن سید امیر علی بن سید عبدالرحیم بن سید محمود مکی بن سید محمد مہدی بن حسن عسکری بن سید علی نقی بن سید محمد تقی بن سید امام موسیٰ رضا بن امام موسیٰ کاظم بن امام جعفر صادق بن امام محمد باقر بن امام زین العابدین علی اصغر رحمہم اللہ اجمعین بن امام حسین شہید کربلا بن بی بی فاطمۃ الزہراؓ (منکوحۂ مطہرہ علی المرتضیٰؓ) بنت سرور کائنات فخر موجودات محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین۔

بچپن۔ سلسلۂ عالیہ کبرویہ میں خلیفہ مجاز ہونا۔

اپنی کتاب تذکرۃ الابرار والاشرار میں اخوند درویزہ بابا موصوف سے نقل فرماتے ہیں کہ میر مشفق والد بزرگوار کا اسم گرامی قنبر علی ہے۔ جو کہ شاہان وقت سے زیادہ تعلق رکھتے تھے۔ اپنے آبا کا پچھلا زھد و ریاضت کا طریقہ چھوڑ چکے تھے۔ اور دنیاوی جاہ و منصب حاصل کر چکے تھے۔ در لوگوں میں امیر نظر بہادر کے نام سے مشہور تھے۔ لیکن میرے دادا بزرگوار حضرت سید نور احمد ر صاحب علم و فضل تھے اپنا قیمتی وقت زہد و ریاضت اور درس و تدریس میں صرف کرتے تھے۔ اپنے آباء و اجداد کے سجادہ نشین سلسلۂ عالیہ کبرویہ کے پیر طریقت تھے۔

قندنکے باشندے دنیا اور دنیاداری سے متنفر تھے۔ والدین دیوانہ اور سفلہ سمجھ کر مجھے دو بہن بھائیوں کی طرح توجہ کے مستحق نہیں سمجھتے تھے۔ مگر میرے دادا بزرگوار مجھ پر خاص نظر کرم فرما وہ فرماتے تھے میں جانتا ہوں کہ یہ بچہ آگے چل کر کتنا بزرگ انسان بننے والا ہے۔ ! دوسرے متع ان کے مستقبل سے بالکل بے خبر ہیں۔ چنانچہ میری تعلیم و تربیت کا ذمہ انہوں نے خود لے لیا تھ ابتدائی تعلیم انہوں نے مجھے دی اور میں نے شرح جامی تک کتابیں ان سے پڑھیں۔ فرماتے ہیں سلسلہ عالیہ کبرویہ ہمارے خاندان میں شیخ جمال الدین کبریؒ سے ابھی تک نسلاً بعد نسلٍ چلا آ جب میرے دادا بزرگوار کی وفات کا وقت آیا تو انہوں نے مجھے بلا کر فرمایا کہ اے راحت جان قر کریم کی تلاوت کرو میں نے سورۃ ملک پڑھی فرمایا کہ پھر پڑھو میں نے پھر سے یہی سورت پڑ فرمایا کہ پھر پڑھو۔ پھر میں نے یہی سورت پڑھی۔ پھر فرمایا کہ زیادہ میرے قریب ہو جب میں ن ان کے قریب ہوا تو فرمایا کہ اپنے آباء و اجداد کے اذن سے سلسلہ کبرویہ کی تمام حاصل کی ہوئی نعم اور برکات میں نے آپ کو بخشدیں۔

چنانچہ میں سلسلہ عالیہ کبرویہ میں اپنے دادا کی طرف سے خلیفۂ ماذون مقرر ہوا۔

سلوک کی طرف رجحان

اپنے دادا بزرگوار کی وفات کے بعد میں بالکل بے یار و مددگار رہ گیا۔ نہ اہل دنیا سے میرا ہو سکتا تھا۔ اور نہ ان سے جدا ہو سکتا تھا۔ نہ میں دنیوی لذتوں سے لطف اندوز ہو سکتا تھا۔ اور یکسوئی حاصل کر کے وظائف کے لطائف سے بہرہ اندوز ہو سکتا تھا۔ وقت اور زمانہ اسی حالت

گذرتا رہا یہاں تک کہ سلطان ہمایوں میرے والد ماجد کو بطور تبرک ہندوستان لے گئے۔ اور میں بھی ان کے ساتھ ہندوستان روانہ ہوا۔

پیر بابا ہند میں

متعلقہ کتب کے مطالعہ سے یہ تعین نہ ہو سکا کہ سلطان ہمایوں کب اور کس بار موصوفؒ کے والد والد ماجد کو ہندوستان لے گئے ہیں۔ بہرکیف جب وہ ہندوستان چلے گئے تو وہاں کے حالات خود ہی یوں بیان فرماتے ہیں کہ والد صاحب کی خواہش پر شاہی دربار میں جانے کے موقعہ پر میں درباری لباس زیب تن کیا کرتا تھا۔ لیکن وہاں سے واپسی پر میں فوراً اسے اتار لیتا تھا۔ اور علماء و صلحاء کی تلاش میں نکل کر ان کی خدمت میں جا پہنچتا۔

فرماتے ہیں کہ رب جلیل کو منظور تھا کہ مجھے دنیا اور اہل دنیا سے لاتعلق رکھے اسی وجہ سے میں تمام درباری امور سے متنفر تھا۔ اور ان کے ساتھ تعلق رکھنا میرے لئے سخت دشوار تھا۔ حضرتؒ فرماتے ہیں کہ جب یہ قافلہ شاہی پانی پت میں پہنچا تو میں نے وہاں شیخ شرف الدین پانی پتیؒ کے مزار اقدس پر حاضری دی۔ ان کی خاص توجہ سے میرے دل میں عجیب کیفیت پیدا ہوئی۔ اور میرا جسم کانپنے لگا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ دنیاوی تعلقات سے میں مزید متنفر ہوا۔

والد ماجد سے علیحدگی

اس کے بعد والد ماجد سے علیحدگی اور حضرت کی گوشہ نشینی سے متعلق دو روایتیں ہیں ایک روایت حضرت کے صاحبزادے میاں غلام مصطفےٰ کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضرتؒ شیخ شرف الدین پانی پتیؒ کے مزار اقدس سے کسی دوسرے راستے کے ذریعہ خفیہ نکل گئے اور چپکے سے جنگلوں میں چلے گئے کچھ دیر کے بعد غلام دوڑ کر جب مزار اقدس پر پتہ کرنے کے لئے چلے گئے تو حضرت کو وہاں نہ پایا۔ اور تلاش بسیار کے بعد بھی انہیں دستیاب نہ ہوئے۔

جب حضرت کے والد ماجد کو یہ خبر پہنچ گئی تو وہ سمجھ گئے کہ کہیں طلب معرفت میں نکل گئے ہوں گے اور رضا برقضا کا مظاہرہ کر کے خاموش رہ گئے۔ میاں مصطفےٰؒ فرماتے ہیں کہ کچھ مدت کے بعد حضرتؒ اور ان کے والد ماجد کے درمیان گجرات کے مقام پر ملاقات ہوئی۔ یہ سب سے پہلے اور سب سے آخری ملاقات ثابت ہوگئی۔ جب سے پانی پت میں ایک دوسرے سے علیحدہ ہوئے تھے۔

دوسرا بیان یہ ہے کہ مزار اقدس میں مذکورہ کیفیت طاری ہونے کے بعد انہوں نے اس خیال کی بنا پر کہ اگر میں والد ماجد سے اجازت طلب کروں شائد وہ اجازت نہ دیں) اپنا گھوڑا اور تمام ساز وسامان اپنے خادم کے حوالہ کرکے کسی گوشہ میں بیٹھ گئے اور تنہائی میں خدا کی عبادت میں مشغول ہو گئے کچھ عرصہ بعد والد ماجد کو پتہ چلا تو حضرت کو اپنے ساتھ لے گئے۔ والد بزرگوار کے ساتھ وہاں بحث و تمحیص اور گفتگو ہے باہمی و تبادلہ رائے کے بعد یہ طے پایا کہ وہ طلب علم و معرفت خداوندی کے لئے علیحدہ ہو سکتے ہیں۔

شیخ سیلونہؒ کی خدمت میں

بہرحال جب حضرتؒ مانک پور میں پہنچ گئے تو وہاں ایک مشہور عالم دین اور مشہور پیر طریقت شیخ سیلونہؒ کے درس میں شامل ہوئے۔ جہاں انہوں نے علم نحو کی مشہور کتاب کافیہ دوبارہ پڑھی اور علم فقہ کی مشہور درسی کتاب ھدایہ تک کی کتابیں بھی شیخؒ سے پڑھیں۔ شیخ نے جب حضرت کی روحانی صلاحیت شغف اور تشنگی کو دیکھا تو انہوں نے اپنے پیر بھائی حضرت شیخ سالار رومیؒ کے نام پر رقعہ دیکر فرمایا کہ ہم دونوں شیخ بہاؤالدین صامتؒ کے مرید ہیں۔ لیکن چونکہ مجھے بیعت کرنے کی اجازت نہیں اس لئے آپ وہاں جاکر ان سے روحانی درس حاصل کریں شیخ سیلونہؒ نے شیخ سالار رومیؒ کے نام خط میں جناب پیر باباؒ کے حسب و نسب دیگر علمی اور روحانی صلاحیتوں کا ذکر کرکے انہیں اجمیر شریف کی طرف رخصت کیا۔

شیخ سالار رومی کے حلقہ بیعت میں

حضرت شیخ سالار رومیؒ طریقۂ چشتیہ کے پیر طریقت تھے۔ اور اجمیر شریف میں سجادہ نشین تھے۔ پیر باباؒ نے ان کی خدمت میں حاضر ہو کر ان سے بیعت کی اور کچھ عرصہ انہاک کے ساتھ ان کی خدمت میں مشغول رہے۔

جب انہوں نے حضرت کو اپنی خدمت میں سچا اور مخلص پایا۔ تو بے حد شفقت فرماکر انہیں چاروں طریقوں کی بیعت کرائی۔ اس تفصیل کے مطابق حضرت پیر باباؒ نے پانچ طریقوں کی بیعت کی۔ سلسلہ کبرویہ کی بیعت اپنے دادا بزرگوار سے اور چشتیہ، شطاریہ، سہروردیہ، ناجیہ، صلاحیہ کی بیعت حضرت شیخ سالار رومیؒ سے کی۔

طرزِ تعلیم

حضرت کا اپنا بیان ہے کہ اپنے مرشد کی طرف سے مجھے تصوف کا جو سبق ملتا۔ اس پر ہفتہ بھر کے غور و خوض اور خلوت میں انتہائی ریاضت کے بعد اس کا جو بھی اثر محسوس کر لیتا اپنے مرشد کے سامنے آ کے بیان کر لیتا۔ مرشد ہر دفعہ مجھے مبارک باد دیتے رہے۔ اور یوں میرے تمام اسباق کی تکمیل کرائی گئی۔

سلوک کے بارے میں مرشد کی اہم نصیحت

فرماتے ہیں۔ مرشد نے فرمایا کہ سلوک کے راستے میں سالک کو بعض امتحانات الٰہیہ کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اگر وہ ان تمام ابتلاؤں میں کامیاب ہو کر سلوک کرتا رہا تو کامل ورنہ غیر کامل ہوگا۔ سب سے پہلا امتحان اس راستہ میں یہ ہے کہ تمام عالم میں اسے شہرت بخشی جائے اور عوام و خواص کی تمام تر توجہات اس کی طرف مبذول کرائی جائیں۔ دوسرا امتحان کشف و کرامات کا ہے اگر سالک کشف و کرامات کے چکر میں پڑ گیا تو وہ ولی (دوست خدا) کہلانے کا مستحق نہیں۔ اگر اس نے کشف و کرامت پر کوئی توجہ نہ دی اور اپنے دوست (باری تعالیٰ) کی مرضی اور اس کا وصال اس کا منتہائے مقصد رہا تو وہی سچے دوست کہلانے کا مستحق ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے دوست رکھے گا اور تمام عالم میں اسے عزت بخش کر اسے برگزیدہ کرے گا۔

حضرت رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ سلوک کے راستے میں سب سے پہلا مانع یہ پیش آیا کہ حاجی سیف اللہ گگیانی اور ملک گدائی خان گگیانی جیسے بڑے رئیس (جنہیں بادشاہ ہمایوں پشاور سے ہندوستان لے گئے تھے) اور دیگر عوام و خواص میرے مرید ہوئے اور لوگوں کی کثیر تعداد طریقت کی جستجو میں میرے گرد جمع ہونے لگے۔ تو اس وقت میں نے مرشدؒ سے چھٹکارا دلانے کی درخواست کی تھی اور میں خود بھی اس حالت کو پسند نہیں کرتا تھا۔ اور یہ چاہتا تھا کہ کسی گوشۂ تنہائی میں بیٹھ کر دل جمعی کے ساتھ ریاضت کرتا رہوں۔ اور پھر کشف و کرامات پر بھی میں نے کوئی توجہ نہ دی اور یوں میں نے سلوک کی تکمیل کر کے سلوک کی اصلی حقیقت کو سمجھ سکا ہوں۔ والحمد للہ علیٰ ذالک۔

مرشد کی ہدایت

خلافت دینے کے بعد حضرت سالار رومیؒ نے تخصیص کئے بغیر کسی پہاڑی علاقے میں جانے کی ہدایت کی اسی ہدایت کے مطابق میں نے کشمیر جانے کا ارادہ کیا۔ اس مقصد کے تحت سفر کرتا ہوا

جب میں پنڈ داؤد المعروف بہ پنڈ دادن خان (جو دریائے جہلم سے مغرب کی طرف چار میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ پہنچا تو میں نے ایک مدت تک لوگوں کے اصرار پر وہاں مقیم رہ کر وہاں کے باشندوں کو وعظ و نصیحت امر بالمعروف نہی عن المنکر کرتا رہا۔ اور معرفت و طریقت کے طریقے لوگوں کو بتاتا رہا

والد ماجد سے ملاقات

جب ہمایوں شیر شاہ سوری سے شکست کھا کر اپنے وطن جا رہا تھا تو لاہور کے قریب جناب قنبر علی صاحب والد پیر بابا ان سے علیحدہ ہو کر اپنے وطن واپس جا رہے تھے تو باختلاف روایت گجرات یا مضافات گجرات (پنڈ دادن خاں) کے مقام پر حضرت کی ملاقات اپنے والد ماجد سے ہوئی جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے۔

اس میں اختلاف ہے کہ یہ پہلی ملاقات ہے یا دوسری۔ بہر کیف حضرت فرماتے ہیں کہ ملاقات کے دوران والد صاحب نے جب اپنے ساتھ مجھے لیجانے پر بے حد اصرار کیا تو میں نے معذرت کی۔ والد ماجد نے سر آنکھوں پر بوسہ دیا اور انتہائی شفقتانہ انداز میں فرمایا کہ مجھ سے تو آباء و اجداد کے زہد و ریاضت کے طریقے چھوڑنے میں غلطی ہوئی ہے۔ لیکن اس بات پر مسرت کا اظہار کیا کہ میں نے اپنے آباء و اجداد کا یہ نیک طریقہ اختیار کیا ہے۔ اور اس راستہ میں میری کامیابی پر خدا کا شکر ادا کیا۔ مجھ سے رخصت ہوتے وقت والد ماجد نے سونے اور چاندی سے بھری ہوئی دو تھیلیاں مجھے دیں میں نے صرف ان کی دلداری کے لئے اسے قبول تو کیا لیکن میری دلچسپی اس میں نہ تھی۔ حتیٰ کہ یہ دونوں تھیلیاں شیر شاہ سوری کے سپاہیوں نے مجھ سے چھین لیں اور میں فارغ البال ہو گیا۔

اجمیر کو واپسی اور خرقہ خلافت کا ملنا

تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ پیر بابا ۹۵۰ ـ ۵۱ھ میں شرف باریابی حاصل کرنے کی غرض سے اپنے مرشد شیخ سالار رومیؒ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے گجرات یا مضافات گجرات اجمیر تشریف لے گئے تھے۔ فرماتے ہیں کہ جب میں سالار رومیؒ کے دولت خانے پر پہنچا تو معلوم ہوا کہ مرشدی شیخ سالار رومیؒ رحلت فرما چکے ہیں۔

صاحبزادہ صاحب نے مجھے ایک خرقہ عنایت کیا جس پر میرا نام لکھا ہوا تھا۔ اور یہ ان کے والد صاحب کی طرف سے مجھے بطور خلافت دیا گیا۔ چند روز وہاں قیام کرنے کے بعد صاحبزادہ صاحب نے فرمایا کہ

میرے والد بزرگوار نے آپ کے بارے میں وصیت فرمائی ہے کہ وہ کسی پہاڑی علاقے میں چلے جائیں یا اپنے وطن قندز چلے جائیں جب کہ اس کا تعلق بھی پہاڑی علاقے سے ہے۔ صاحب زادے صاحب کا یہ فرمان سنکر میں سخت حیران ہوا کہ خدایا میں تو مرشد سے یہ درخواست کرنے آیا تھا کہ مجھ سے بوجھ ہلکا کیا جائے۔ اسکی بجائے بوجھ مزید بھاری ہوگیا۔

پشاور میں

بہرکیف مرشد کی وصیت کی تکمیل کی خاطر میں وہاں سے اپنے وطن قندز جانے کے ارادے سے روانہ ہوا۔ جاتے ہوئے پشاور شہر میں میرے دو واقف حال خاص رئیس عقیدتمندوں حاجی سیف اللہ گگیانی اور ملک گدائی خان گگیانی سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے الحاح کے ساتھ ان کے علاقے میں چند دن قیام کرنے کے لئے مجھ سے درخواست کی جو پشاور شہر کے قریب پڑتا تھا۔ انہوں نے عرض کیا کہ ہماری اولاد، متعلقین بچے اور دیگر عوام آپ کی صحبت اور وعظ و نصیحت سے مستفیض ہونگے اور وہ غلط کاموں فضول رسم و رواج اور بدعات سے باز آئیں گے۔ ...... فرماتے ہیں میں نے انکی دعوت اور معروضات قبول کیں اور ان کے ساتھ ہی ان کے علاقہ دوآبہ میں چلا گیا۔ وہاں کے باشندوں نے کثیر تعداد میں مجھ سے بیعت کی۔ اور طریقت میں داخل ہوگئے۔ بہت سارے لوگ آتے وعظ و نصیحت سنتے۔ برے کاموں سے دستبردار ہوئے۔

وطن قندز جانے کا ارادہ ترک کرنا

حضرت فرماتے ہیں کہ دوآبہ میں ایک سال اسی طرح گزرنے کے بعد میں نے اپنے وطن قندز جانے کا ارادہ کیا تو گگیانی قوم کے مخلصوں اور عقیدتمندوں نے مجھے ٹھہرانے کے لئے منصوبے بنانے شروع کئے۔ ان میں سے ایک منصوبہ یہ تھا کہ یہاں قریب یوسف زئی کے علاقہ میں دو ملحد اور زندیق ظاہر ہوئے ہیں۔ انہوں نے بڑی شہرت حاصل کی ہے۔ اور لوگوں کو غلط راستہ پہ ڈال رہے ہیں۔ ایک کا نام پیر طیب ہے جو غلزئی پٹھان ہے اور دوسرے کا نام پیر ولی ہے جو بڑیچ قوم سے تعلق رکھتا ہے وہ رقص و سرود گانا بجانا حلال سمجھتے ہیں عورتوں مردوں چھوٹوں اور بڑوں کو اپنے گرد جمع کرتے ہیں۔ اور ان کو واہی تباہی اور خلاف شرع باتیں سناتے ہیں۔ یہاں تک کہ پیر ولی بڑیچ تو خدائی کا دعویٰ کر بیٹھا ہے۔ (العیاذ باللہ) ہمارا خیال ہے کہ آپ اپنے وطن جانے کی بجائے

یوسف زئی کے علاقے کی طرف توجہ فرمائیں۔ ان ملحدوں کی سرکوبی کریں اور لوگوں کو کفر و گمراہی
نجات دلائیں۔ یہ باتیں سنکر اپنا مذہبی فرض پورا کرنے کی خاطر میں علاقہ یوسف زئی کی طرف روا

یوسف زئی کے علاقہ میں

حضرت پیر بابا فرماتے ہیں کہ جب میں یوسف زئی کے علاقہ میں پہنچا تو میں نے وہاں کے باشندوں
کی خصلتیں اور عادتیں دیکھ لیں۔

۱۔ سادہ قسم کے لوگ ہیں۔ مکر و فریب، دھوکہ دغا اور ہیرا پھیری کو جانتے ہی نہیں۔
۲۔ ان کے چھوٹے بڑوں سے دینداری اور دیانتداری میں بہت پکے ہیں۔
۳۔ ان کی عورتیں ان کے مردوں سے دین اسلام کی زیادہ مضبوطی کے ساتھ پابند ہیں۔
۴۔ ان کے بچے بچپن ہی میں دین اور اسکے سیکھنے کا شغف رکھتے ہیں۔
۵۔ ان کے خادم۔ نوکر غلام اور ماتحت لوگ اپنے آقاؤں اور مالکوں سے زیادہ دیندار ہیں۔
لیکن اسکے باوجود گمراہی میں گھرے ہوئے اس لئے ہیں کہ مذہبی درسگاہیں ان کے علاقہ میں
اور اس کے ساتھ تقویٰ دار اور خدا پرست علماء ان کے درمیان موجود نہیں۔ یہ اس وقت کی
ہیں الحمد للہ اس وقت پٹھانوں کے علاقے میں ان گنت مذہبی درسگاہ ہیں اور عوام کی حالت
نسبتاً بہتر ہے۔

سدوم میں

پیر بابا فرماتے ہیں۔ جیساکہ میں نے پہلے بیان کیا۔ جب میں پہلے یوسف زئی کے علاقہ
میں آیا تو سدوم کے علاقہ میں پہنچ گیا۔ تو اطراف وجوانب سے لوگ جوق درجوق میرے گرد
جمع ہونے لگے اور وعظ و نصیحت سننے لگے۔ میں ان کے سامنے اہل ہوا اور اہل بدعت

نوٹ۔ ۱ ــ (مانی رابطہ) یہاں یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ پیر بابا جب سدوم میں پہنچ گئے تو رستم نامی قصبہ سے شمال
مشرق کی طرف ڈیڑھ میل کے فاصلے پر الی نامی گاؤں (جو آج کل الی کنڈی کے نام سے مشہور ہے) میں مقیم ہوئے
موقع پر ان کے مشہور شاگرد اخوند درویزہ بابا بھی ان کے ساتھ تھے۔ الی کی جانب جنوب اور رستم کے بالکل سامنے
جہاں پیر بابا قیام پذیر ہوئے تھے وہ مقام اب بھی موجود ہے۔

برائیوں کو ظاہر کرکے ان سے دور رہنے اور شریعت پر عمل کرنے کی ان کو تلقین کرتا تھا۔ چونکہ یہ لوگ طالب دین اور حق کے متلاشی تھے۔ میری تقریر سے انہوں نے ان کے دلوں پر اثر کیا۔ اور وہ اہل ہوا و بدعت سے متنفر اور متنفر ہوگئے۔ یہاں تک کہ آیت وقل جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقاً کے مطابق یوسف زئی کے لوگ باطل پیروں کے نام سے چھوٹ کر بدعات و گمراہی محو ہو گئی۔ اور اسلام کا حق دین غالب آگیا۔

ملحدوں کے منصوبے اور ان سے مقابلہ

اس کے بعد پیر بابا نے ان دو ملحدوں کے ساتھ بحث و مقابلے کے تمام واقعات تفصیل اور بسط کے ذکر فرمائے ہیں۔

ازدواج

پیر بابا فرماتے ہیں کہ یوسف زئی میں قیام کے دوران وہاں ملک دولت یوسف زئی قبیلۂ ملی زئی شاخ بارک شاہ زئی نے اپنی پاک دامن بہن بی بی مریم کو میرے نکاح میں دینے کی پیش کش کردی میں نے شادی سے بچنے کی اس لئے بڑی کوشش تھی کہ عیالداری ریاضت اور معرفت کے راستہ میں ایک بہت بڑی رکاوٹ ہو سکتی ہے مگر ایک تو سنت کی تابعداری کا خیال تھا اور دوسرا یہ کہ میں ملک صاحب کو ناراض کرکے اس کی قابل قدر پیش کش کو ٹھکراؤں اور اس سے بے مروتی کرنے کا ثبوت نہ دوں۔ تیسرا یہ کہ مجھے اپنے مرشد حضرت سالار رومی کی وہ بات یاد آگئی جنہوں نے مجھے کسی پہاڑی علاقہ میں قیام کرنے کی ہدایت اور وصیت فرمائی تھی۔ چونکہ یہ بھی پہاڑی علاقہ تھا اس لئے اشارہ سمجھ کر میں نے یہاں قیام کرنے کے ارادہ سے ملک دولت کا پیغام قبول کیا اور شادی کرلی۔

حضرت فرماتے ہیں کہ پٹھانوں کا عام دستور ہے کہ جب کوئی عالم۔ نیک یا بزرگ آدمی جوان کی قوم لعلق کے قبیلے سے نہ ہو ان میں آجاتا ہے تو اس قبیلے یا قوم کا سردار اپنی بہن یا لڑکی مہر مقرر کئے بغیر اس کے سلک ازدواج میں دے دیتا ہے تاکہ اس طرح سے وہ ان کے شہر یا علاقہ میں رہ کر باشندے اس سے استفادہ کرتے رہیں۔ پٹھانوں کے اس دستور کے مطابق میری شادی بھی کرائی گئی اور میری اولاد بھی وہاں پیدا ہو گئی۔

والدین کی خدمت میں حاضری

کچھ عرصہ بعد والدین کی زیارت کرنے کا شوق پیدا ہوا قندز پہنچا۔ والد صاحب رحلت فرما چکے تھے اور والدہ صاحبہ حیات تھیں۔ ان کی خواہش پر اپنے گذشتہ تمام احوال بیان کر کے اس میں شادی کا بھی ذکر اور بچوں کی پیدائش کا بھی۔ والدہ صاحبہ نے سنتے ہی از راہِ شفقت و محبت فرمایا کہ پھر آپ کا رہنا یہاں مناسب نہیں اور زادِ راہ تیار کر کے جب مجھے رخصت کرنے لگیں تو فرمایا اگر ہو سکے تو بال بچوں کو یہاں لے آنا ورنہ پھر وہاں ہی سکونت کرتے رہنا۔ ایسا نہ ہو کہ ان کا حق میرے ذمے رہ جائے۔ میں نے آپ کے لئے اپنا حق بخش دیا ہے۔

اس کے بعد اپنی والدہ ماجدہ کی اجازت کے مطابق میں مستقل طور پر علاقہ یوسف زئی میں مقیم ہو گیا اور وہاں میں نے ان قبائل کو راہِ حق اور دینِ قیم پر مضبوط کرا دیا۔ میری نصیحت ان پر اثر کرتی تھی اور وہ دینِ اسلام کے راہِ حق پر دوہ گامزن تھے۔

پاچا کلے بنیر میں قیام

اس کے بعد پیر باباؒ پاچا کلے بونیر ریاست سوات مغربی پاکستان میں رہنے لگے اور یہیں پیر بابا کے نام سے مشہور ہو گئے۔ یہاں ان کے عقیدتمندوں کی تعداد میں کافی اضافہ ہوا۔ اور انہوں نے لنگر بھی جاری کیا۔

وفات

سنہ ۹۹۱ھ مطابق سنہ ۱۵۸۳ء میں اسی جگہ بابا نے وفات پائی اور یہیں آپ کا مزار اقدس آج بھی مرجع خلائق (خاص و عام) ہے موسم بہار میں تو زائرین کے انبوہ اور جوش و خروش دیکھنے کے قابل ہوتا ہے جب دور دراز خصوصاً علاقہ بنوں (صوبہ سرحد) سے بسیں اور ٹرک کثیر تعداد میں مخصوص روایتی جوش خروش کے ساتھ پہنچتے رہتے ہیں۔ اسی طرح دور دراز سے جتھے کے جتھے سائیکل سوار اور لاتعداد لوگ پیدل بھی آکر زیارت سے مشرف ہوتے رہتے ہیں۔

یہ مزار مبارک درہ کنڑاکڑے سے کوئی دس میل کے فاصلے پر ایک ندی کے کنارے واقع ہے جو بونیر اور سوات میں حدِ فاصل کا کام دیتی ہے۔ مزار مبارک کے شمال کی طرف ایک اور درہ ہے جس سے گزر کر زائرین بآسانی سوات کے دارالخلافہ سیدو شریف میں پہنچ جاتے ہیں۔ اس مزار کا محل وقوع بہت خوبصورت ہے۔

اس کی پشت پر ایلم اور دوسرا کی پہاڑی چوٹیاں اس کی خوبصورتی کو دوبالا کر رہی ہیں۔

اولاد

حضرت پیر باباؒ کے دو صاحبزادے سید حبیب اللہ اور سید مصطفیٰؒ اور تین صاحبزادیاں سیدہ رحیمہ، سیدہ کریمہ، اور سیدہ زینبہ بیان کی جاتی ہیں۔

صاحبزادہ سید حبیب اللہؒ تو والد ماجد کی حیات میں وفات پا چکے تھے۔ جن کا مزار حضرت کے مزار کے ساتھ متصل ہے۔ اور سید مصطفیٰؒ افغانستان کے مشرقی علاقہ کونٹر میں رہائش اختیار کر کے وہاں ہی وفات پا چکے تھے۔ ان کا مزار علاقہ کونٹر کے موضع وونائی پشت میں ہے۔ میاں مصطفیٰؒ کے تین صاحبزادے میاں عبدالوہابؒ المعروف بہ میاں عبدل کا مزار علاقہ بونیر کے تختہ بند مقام میں ہے۔ میاں محمد قاسم جن کا روضہ سوات کے موضع پیر کلی میں ہے۔ میاں محمد حسنؒ جن کا روضہ سوات کے موضع کوکڑی میں ہے۔

پیر باباؒ کی اولاد کا سلسلہ ان تین پوتوں سے چلا ہے ان میں بڑے بڑے علماء، صلحاء اور بزرگان دین گزرے ہیں۔ سید جمال الدین افغانیؒ بھی اسی خاندان کے نامور انسان تھے۔ سید مبارک شاہ اور سید اکبر شاہ بھی ان کی اولاد میں ایسی دو مشہور ہستیاں گزری ہیں جو کہ ریاست سوات کے بادشاہ وقت ہوا کرتے تھے۔ اور حضرت شاہ اسمٰعیل شہیدؒ اور حضرت سید احمد شہیدؒ کے جاں نثار ساتھی تھے۔

خلفاء

حضرت کے چند مشہور خلفاء میں سے غیر معمولی شہرت کے مالک اخوند درویزہ بابا ہیں جنہوں نے حضرتؒ کے دوآبہ میں قیام کے دوران ان سے ۹۵۲ھ میں بیعت کی تھی اور آخر تک اپنے مرشد کے ساتھ رہے ان کا مزار اقدس پشاور شہر کے بہت بڑے مقبرے میں شہر سے کوئی دو فرلانگ کے فاصلے پر موسیٰ زئی ہزار خانی سڑک کے کنارے پر واقع ہے۔

۲- ملا صالح الکوزئی جو اپنے زمانے کے بہت بڑے عالم و فاضل تھے۔ قندھار میں قاضی تھے ان کا مزار علاقہ بونیر میں ہے۔ دیوانہ بابا سے مشہور ہیں۔

۳- ملا یوسف بن الیاس گدائی زئی جن کا مزار مبارک وادی ملندی کے شاہراہ پر واقع ہے اخون یوسف

سے مشہور ہیں۔

۴۔ میاں عبدالکریمؒ ولد اخوند درویزہ باباؒ المعروف بہ میاں کریم داد۔ بحرالمعانی محقق افغان اور میاں شہید ہیں۔ مزار مبارک موضع کانجو ریاست سوات میں ہے۔ شہید بابا سے مشہور ہیں۔

اخلاق وعادات

پیر بابا بے پایاں سخاوت کے مالک تھے۔ کسی سائل کو خالی ہاتھ جانے نہیں دیتے مسافروں کو زاد راہ اور سفر خرچ دیتے۔ بیماروں کی عیادت کرنے کے ساتھ ساتھ ان کی مالی امداد بھی فرماتے۔ ان کا لنگر ہر وقت جاری رہتا جہاں غرباء و مساکین کے لئے اذن عام ہوتا اور ان میں کپڑے بھی تقسیم کئے جاتے عفو و درگذر کے بہترین مظاہرہ کرنے والے انسان تھے۔ عوام کو بیعت شریعت اور خواص (طلبہ و علماء) کو بیعت طریقت کرتے اور کشف و کرامت کے مالک تھے۔

مولانا عبیداللہ سندھی

مصنفہ:۔ پروفیسر محمد سرور

مولانا مرحوم کے حالات زندگی تعلیمات اور سیاسی افکار پر یہ کتاب ایک جامع اور تاریخی حیثیت رکھتی ہے۔ یہ ایک عرصے سے نایاب تھی۔ یہ کتاب دینی حکمت اور سیاست کا ایک اہم مرقع ہے۔

قیمت:۔ مجلد چھ روپے پچھتر پیسے

سندھ ساگر اکادمی

چوک مینار انارکلی لاہور